جدید اردو شاعرات کی نظموں میں جمالیاتی عناصر

The Study of Aesthetics in Modern Poetess of Urdu.

ڈاکٹر سبینہ اویس اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج وومن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر عامر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر،
یونیورسٹی آف سیالکوٹ

Abstract

The modern Urdu literature is not only about the magical description of the beauty but also gives a good shape to emotions and feelings. When sensitive feelings put their shadow on tender heart of the poet, words take the shape of colors and its fragrance spread all around the circle. It has been evident that not only male poets produce beautiful lyrics but also many woman poets are leading in this field of literature. Beauty and tenderness of words are the true reflection of any literary personality. Poetesses produce collective wisdom regarding poetic sense of beauty and charm. Many modern beautiful and reputable poetesses included Zuhra Nigar, Parveen Shakir, Noshi Gillani, Samina Raja, Tanvir Anjum, Rehana Qamar, Azra Abbas, Shahida Hussan, Shahida Ltaif, Humera Rehman, Fakhra Batool, Hameeda Shaheen, Ambreen Salah-ud-Din. The

article under review will point out the aesthetic elements in the poems of Urdu poets.

کلیدی الفاظ۔ پروین شاکر، عذرا جہاں، فہمیدہ ریاض، ثمینہ راجا، خالدہ حسین، نوشی گیلانی،

جدید اردو شاعری حُسن و جمال کا پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ جذبات واحساسات کو لفظوں کی صورت میں ڈھال کر جمالیات کی خوب صورت دنیا آباد کرنا بھی اردو شاعری کا ایک وصف ہے۔ لطیف جذبات جب حساس شاعرہ کے نازک دل پر وارد ہوتے ہیں تو رنگ وخوش بو کی ایک دنیا بساتے ہیں جو ادب کے قارئین کو قوتِ متخیلہ کے بل بوتے پر ایک جہانِ معنی کی سیر کرواتی ہے۔ نورالحسن نقوی اردو شاعری کے متعلق لکھتے ہیں:

> یہ ایک ایسا نگار خانہ ہے جس میں صدہا حسین منہ بولتی صورتیں دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں۔ ایک ایسی آرٹ گیلری ہے جو ہزار ہا رنگ برنگی تصویروں سے آراستہ ہے اور ہر تصویر دل کا دامن کھینچ لیتی ہے..... غرض ایک انمول ذخیرہ ہے جنّت نگاہ بھی اور فردوس گوش بھی"۔(۱)

اردو شاعری کے غائر مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ مرد شعرا کے ساتھ ساتھ خواتین شاعرات کی نظموں میں بھی شعری جمالیات کا لطیف پیرائے میں اظہار ملتا ہے۔ شاعرات کا اجتماعی شعور، شعری جمالیات کے ادراک کا اشاریہ ہے۔ شعری جمالیات کا اظہار جن شاعرات کے نظموں میں موجود ہے اُن میں ادا جعفری، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، زہرہ نگار، پروین شاکر، نوشی گیلانی، ثمینہ راجہ، تنویر انجم، ریحانہ قمر، پروین فناسید، عذرا عباس، شاہدہ حسن، شاہدہ لطیف، حمیرا رحمٰن، فاخرہ بتول، حمیدہ شاہین اور عنبرین صلاح الدین وغیرہ شامل ہیں۔

دورِ حاضر کی عورت اگر معاشرے کی جکڑ بندیوں میں موجود مضامین پر واشگاف الفاظ میں اظہار کرے گی، وہ پُر اعتماد لہجہ اختیار کریں گی اور عورت کی نفسیات کی تصویر کشی میں مرد سے بہتر ثابت ہوگی۔ اپنے لا شعوری خوف، کش مکش، تصادم اور جذبات کے بیان کے لیے یہی شاید ان شاعرات میں نظم، آزاد نظم اور نثری نظم کی ہیئت خاص مشہور رہی۔ ان کی شاعری میں عصری اور نفسیاتی اظہار کے لیے روایتی جھجک روش بھی نمایاں ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

> آج کی شاعرہ اظہارِ ذات میں بے جھجک بھی ہے اور حسبِ ضرورت واشگاف بھی۔ اظہارِ ذات کے ضمن میں رشتوں کا بطورِ خاص ذکر کیا جاسکتا ہے..... جنسی تعلق (وصل کے خوب صورت نام کے باوجود) آسودگی اور ناآسودگی کے درمیان کئی جذبات واحساسات سے مشروط ہوتا ہے اور اس سے وابستہ عمل بل کہ اعمال کا تعلق بدن، خلیوں، شریانوں، اعصاب، حواس، لہو حتیٰ کہ مسام تک سے ہوتا ہے اور شاعرات نے ان سب کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے۔(۲)

ادا جعفری نے پہلی مرتبہ صیغۂ تانیث استعمال کرتے ہوئے عشقیہ جذبات کا اظہار کیا۔ ادا جعفری کی شاعری سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کی تخلیق کار ایک ایسی عورت ہے جو اظہارِ محبّت کرتے ہوئے مشرقی عورت کی طرح جھجک محسوس نہیں کرتی۔

فہمیدہ ریاض نے ایک نوجوان لڑکی کے جذبات کو نظموں کی صورت میں پیش کیا ان کے اشعار میں جذباتیت کے رنگ کا غلبہ ہے۔ فہمیدہ ریاض کا اولین شعری مجموعہ بعنوان "پتّھر کی زبان" ہے اس کے پیش لفظ میں وہ لکھتی ہیں: "یہ نظمیں کیا ہیں؟ ادبی شہ پارے؟..... یہ تو ایک متوسط نوجوان لڑکی کی اُمنگیں ہیں جن میں زندگی کا پیار ہے"۔(۳) کشور ناہید کے اولین شعری مجموعے "لب گویا" میں ان کی شاعری روایتی انداز کی حامل تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اُن کی شاعری میں مغرب سے درآمدہ فیمنزم کی لہر طاقت ور ہونا شروع ہوئی۔ ڈاکٹر ضیاءُالحسن اپنی کتاب "جدید اردو نظم آغاز وارتقا" میں لکھتے ہیں:

> "پہلے انھوں نے مردانہ تسلط کی شکار عورت کے آزادانہ وجود کا مطالبہ کیا اور مردہ مشرقی نظام میں عورت کے مقام کے لیے جدوجہد کی۔ ان کی شاعری میں ایک وہ حصہ بھی ہے جس میں وہ معاشرے میں مرد کے مقام کو چیلنج کرتی ہیں۔ ان کی شاعری مادر سری نظام کے بارِ دگر نفاذ کے لیے جدوجہد کرنے والی شاعرات میں ہراول کی حیثیت رکھتی ہے"۔(۴)

کشور ناہید کے شعری مجموعوں "بے نام مسافت"، "نظمیں"، "گلیاں، دُھوپ، دروازے" اور "ملامتوں کے درمیان" میں نسائی جذبات و احساسات کا واضح اظہار ملتا ہے۔ مختلف موضوعات پر لکھی ہوئی کشور ناہید کی نظمیں زندگی کے متعلق مخصوص نقطۂ نظر کی عکاسی کرتی ہیں۔ کش مکشِ حیات اور جہدِ مسلسل کے حوالے سے ان کی نظمیں شاعرہ کے ذہن کی عکاسی کرتی ہیں۔ کشور ناہید نے اپنی نظموں میں پاکستانی عورت کی بدلتی ہوئی شخصیت اور شعور کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ کشور ناہید نے اپنی ذات کے حصار سے باہر نکل کر مجبور عورتوں کے کرب کو محسوس بھی کیا اور ایک عورت کی زبان سے بیان بھی کیا۔

ہمارے معاشرے میں عورت کو نصف بہتر قرار دینے کا مشفقانہ اور ترحّم آمیز رویہ اس وقت بے نقاب ہوتا ہے جب کشور ناہید جیسی شاعرہ اس رویے پر شدید ردِّ عمل کا اظہار کرتی ہیں جس میں فکری بغاوت کے ساتھ شعریت کا اہتمام بھی ہوا اگرچہ کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض کو اردو شاعرات کی ترجمان شاعرات کی حیثیت دی جاسکتی ہے لیکن بعد کی نسل میں نووارد شاعرات کی نظموں میں اس رویے کی گونج سنائی دیتی ہے۔ ایسی شاعرات میں "شہناز نبی" اور "عذرا پروین" کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ شہناز نبی کی نظمیں "بھیڑیں" میں طنزیہ طریق کار اور علامتی اسلوب اپنایا گیا ہے۔ عذرا پروین کی نظموں میں بالواسطہ طریق کار کی بجائے براہِ راست لب ولہجہ ملتا ہے۔ ان کی نظمیں مرکزی حیثیت سے جنسی تفریق کے موضوع کو منظر عام پر لاتی ہیں۔

زہرہ نگار کا اصل نام فاطمہ زہرہ ہے اُن کی شاعری سادگی و سلاست کے حامل ہے۔ اُن کی نظموں متنوع موضوعات کی حامل ہیں۔ ان کی نظموں میں عشق و محبّت، حُسن، جلال و جمال، اُمید، فہم، مناظرِ فطرت کا بیان، ہجر و فراق کے قصے، چاند تاروں کا ساتھ جیسے موضوعات عمدگی سے بیان کیے ہیں جو قاری کی جمالیاتی حِس کو تسکین بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں مناظرِ فطرت کے خوب صورت مناظر بھی ملتے ہیں۔ ان کی نظم "شام کا پہلا تارا" محبّت کے لطیف احساس کی گواہی ہے۔ اگرچہ تارے اپنے مقررہ وقت پر آسمان پر نمودار ہوتے اور وقتِ مقررہ پر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر حساس شاعرہ نے ان تاروں کو بالخصوص شام کے پہلے تارے کو دو محبّت کرنے والے انسانوں کے جذبات و احساسات کا ساتھی کہا ہے۔ جو ان محبت کرنے والوں کا ساتھ نبھانے کے لیے سرِ شام نکل آتا ہے اور شب بھر ان کے ہمراہ رہتا ہے۔

زہرہ نگاہ انسانی جذبات کی پُر اثر ترجمانی کرتی ہیں۔ ان کی شاعری میں ایسی حساس عورت بھی ملتی ہے جو بابل کا گھر چھوڑ کر پیا دیس چلی جاتی ہے مگر اس کا دل بہت پیچھے باپ کے گھر میں ہی رہ جاتا ہے۔ وہ حال میں رہتے ہوئے بھی ماضی، بچپن کی یادوں میں گم ہے۔ بچپن کی حسین یادیں، لڑکپن کے دن، شرارتیں، ماں کی ممتا، باپ کی محبّت، بہن بھائیوں کا پیار، سہیلیاں، گڑیا سب حسین لمحات اس کے ذہن و دل میں محفوظ ہیں۔ جب اُسے سسرال میں وہ مقام، عزت، محبّت، پیار، شفقت نہیں ملتی جس کی وہ حق دار ہے تو محولہ بالا تمام حسین واقعات کو وہ وقتاً فوقتاً یاد کرتی اور آنسو بہاتی ہے۔ زہرہ نگار نے اپنی نظم "آنگن" میں خواتین کی ان دلی کیفیات کا بہترین اظہار کیا ہے۔

"بیتے لمحے جگنو ایسے
اُڑتے اور چمکتے آئیں
مٹّی باندھ کے ان کو دیکھوں
چمکتے پھول مہکتے جائیں
جگ مگ جگ مگ سونے جیسا
گھر سب کی نظموں میں آیا
بھیگا آنچل، پھیلا کاجل
کِس نے دیکھا کِس نے چھپایا" (۵)

ایک گھریلو عورت دن بھر اپنے گھر کو سجا کر پُر سکون جنّت کی مانند بناتی ہے مگر اس کا دل ماں باپ کے آنگن کو یاد کر کے افسردہ رہتا ہے۔ اس کا سجا سنورا گھر سب دیکھتے ہیں اور سراہتے ہیں لیکن اس کے من کی

ویران دنیا کو کوئی دیکھنے والا نہیں۔ نجمہ رحمانی، اس حوالے سے لکھتی ہیں۔ "دن کی مصروفیت کے بعد رات کے اندھیروں میں ماضی کے جگنوان کی آنکھوں میں جھلملاتے ہیں۔ آنسوؤں کی ایک دھار گالوں کو بھگو جاتی ہے"۔(۶)

زہرہ نگار کی شاعری رجائیت کی پیامبر ہے اُن کی شاعری میں گنجلک اور نامانوس الفاظ کا استعمال بہت کم ہے۔ شاعرہ نامساعد حالات میں بھی امید کا دامن تھامے رکھتی ہیں۔

اردو شاعرات کے اکثر موضوعات عورت کے لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات احساسِ کمتری اور محرومیوں سے وابستہ شخصی خلفشار پر مبنی ہیں۔ ان موضوعات میں بھی تمام شاعرات یکساں نہیں۔ کچھ محض اشارے میں بات کرتی ہیں کچھ واشگاف الفاظ میں اظہارِ خیال کرتی ہیں اور کچھ احتجاج پر مائل ہیں۔ ادا جعفری اور زہرا نگاہ مشرقی روایات کے ڈھکے چھپے اور نرم لہجوں کی شاعرات ہیں جب کہ ان کے بعد اُبھرنے والی نسبتاً جدید شاعرات صرف عورت ہونے کے ناطے اپنی محرومیوں کے ذکر پر اکتفا نہیں کرتیں بل کہ مردوں کے برابر حقوق کا مطالبہ کرتی ہیں۔

پروین شاکر نے اردو شاعری کو نسائی لہجہ اور عورت کے جذبات کو دل کش انداز میں بیان کیا۔ انھوں نے عورت کی آواز اس کے خیال کو خوشبوؤں اور رنگوں سے منور کیا۔ انھوں نے عورت کی نفسیات، جذبات، کیفیات، دُکھ، درد، تنہائی کا کرب، محبّت کی فضا، معاملاتِ عشق، روح کی تڑپ، ہجر کا درد، وصل کی تمنّا، تنہائی، رومانیت، زندگی کے سب رنگ کا عکس ان کی نظموں میں موجود ہے۔ ان کی نظمیں "احتیاط"، "کشف"، "اعتراف"، "کانچ کی سرخ چُوڑی"، "گماں" میں جمالیاتی حُسن موجود ہے۔ اُنھوں نے نہایت لطیف پیرائے میں محبّت جیسے نازک جذبے کو الفاظ کا پیرہن عطا کیا ہے۔

پروین شاکر کی نظموں میں نغمگی، غنائیت اور موسیقیت پائی جاتی ہے۔ آپ کی جمالیاتی حُسِ لطافت کی حدوں کو چھوتی ہے۔ پروین شاکر کی نظموں میں عورت کے تمام جذبات کا عکس دِکھائی دیتا ہے۔ خوابوں کے ٹوٹنے کا دُکھ، ارمانوں کا قتل، مقدر سے شکوہ، غم و فراق کے قصے، مستقبل کا دُکھ، خواہشاتِ ناتمام کا نگر دِکھائی دیتا ہے۔ محبّت کی چوٹ، محبوب کی بے وفائی جسم و روح کو نڈھال کر دیتی ہے۔ محبّت کا بادل بن برسے چلا جائے تو روح کا صحرا پیاسا رہ جاتا ہے۔ اتنے کرب سے گزرنے کے بعد بھی شاعرہ کے دل سے دُعا نکلتی ہے۔ اپنی نظم "میری دعا ترے رخشِ صبا خرام کے نام" میں پروین شاکر اپنے محبوب کے سرکش و بے وفا ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے زندگی کی نئی ساتھی کو ہر لمحہ اسے تاحیات خوش و خرم رہنے کی دُعاؤں سے نوازتی ہے۔ عورت کی زندگی کس لمحے کیا رخ اختیار کرتی ہے۔ وہ مقدر کے ہاتھوں بہت لاچار ہے اس کا مقدر سیاہ رہے یا روشن۔ اس کا انحصار اس کی زندگی میں شامل ہونے والے مرد، اس کے جیون ساتھی پر ہوتا ہے۔ نو بیاہتا دلھن آنکھوں

میں سپنوں کی جوت لگائے۔ پیا من میں راج کرنے کے خواب دیکھتے ہوئے جب اس کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہوتی ہے تو ایک پل میں اس کے خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے۔

پروین شاکر نسائی تفکر کی عکاس شاعرہ ہیں۔ ان کی نظمیں سپنوں، خواہشوں اور آرزوؤں کا جیتا جاگتا بیانیہ ہے۔ پروین شاکر کی نظموں میں ارتقا اس کی زندگی کے نشیب و فراز کا امین ہے وہ صرف شاعرہ اور عورت نہیں ورکنگ وومن بھی تھیں۔ جدید معاشرے میں پڑھی لکھی، اپنے حقوق سے واقف، باعزت روزگار کی تلاش میں نکلی ہوئی عورت کے مسائل اور ذہنی اُلجھنیں بھی پروین شاکر کی نظموں کی زینت ہیں۔ کشور ناہید اور سارا شگفتہ کی کھردری، تلخ حقائق پر مبنی دنیا سے الگ پروین شاکر نے رومانی جذبوں پر مشتمل ایک ایسی رنگین دنیا بسائی ہے جہاں ہر عمر کے مرد وزن سکون اور آسودگی کی تلاش میں داخل ہوتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے خود کو اس رومانی دنیا میں گم کر دیتے ہیں۔

جمالیات اور نسائیت کے احساس سے بھرپور ایک شاعرہ ریحانہ قمر بھی ہیں جو امریکا میں رہائش پذیر ہیں۔ دیارِ غیر میں رہ کر اردو ادب کا نام روشن کر رہی ہیں۔ آپ کی شاعری مشرقی عورت اس کی محبّت اور اقدار کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان مشرقی عورت کی محبّت کے نتیجے میں آرزوؤں کی کونپلوں کے کھلنے کے ساتھ ساتھ حسرت بھی موجود ہے علاوہ ازیں معاشرے کا ڈر اور خوف بھی موجود ہے کبھی محبّت کی بارش اسے جل تھل کر دیتی ہے اور کبھی ہجر و فراق کے ہاتھوں جاں بہ لب انتظار سُولی پر لٹکتا مقدر ٹھہرتا ہے۔ غرض محبّت کی ہر کیفیت کا نہایت خوب صورت بیان ان کی نظموں میں موجود ہے۔ ہر لطیف احساس کا لطافت بھرا بیان ان کی نظموں میں موجود ہے۔

ریحانہ قمر کا فن اچھوتا اور منفرد انداز کا حامل ہے۔ تشبیہات اور استعارات کا برمحل استعمال فن کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ ریحانہ قمر کی نظمیں ان تمام خصائص سے مزین ہے۔

نوشی گیلانی کا شمار ان پاکستانی شاعرات میں ہوتا ہے جنھوں نے شاعری کے اُفق کو ایک نئے جہانِ معنی سے روشناس کروایا۔

نوشی گیلانی نے اپنی شاعری میں معاشرے کی گھٹن اور حبس کو پیش کیا ہے جہاں خواب دیکھنا جرم اور خوابوں کی تعبیر پانا تو ایک امر لاحاصل ہے۔ نوشی گیلانی لفظوں اور معنی کے درمیان رشتے کو نئی صورت عطا کر کے ایک نیا جہانِ معنی پیدا کرتی ہیں۔ نوشی کی نظمیں "کون روک سکتا ہے"، "حیرت"، "محبّت یاد رکھتی ہے"، "شامِ تنہائی میں خواب" میں فنی و فکری بالیدگی موجود ہے۔ زندگی کے تمام رنگ چاہے انھوں نے دکھ کا لباس پہنا ہو یا خوشیوں کے پیرہن میں ملبوس ہوں حساس شاعرہ کی نظموں میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں زندگی کے تلخ حقائق کے ساتھ ساتھ جمالیاتی حِس پورے آہنگ و ترنگ کے ساتھ موجود ہے۔

ثمینہ راجہ کا شمار ان نام ور شاعرات میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے دل کش اسلوب اور منفرد لہجے کی بدولت جلد ہی ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کر لی۔ ان کا فن تصنع و بناوٹ سے مبرا ہے۔ان کو احساسات و جذبات کے بیان اور اظہار پر مکمل گرفت حاصل ہے۔ ان کی نظموں کے مطالعے سے فکر کے نئے در وا ہوتے ہیں۔ فکری اور فنی پختگی کا عکس ان کی نظموں میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ شاعرہ اس بھری دنیا میں بھی خود کو تنہا محسوس کرتی ہے۔ نظم "آئینوں کے درمیان" ان کی اس کیفیت کی عکاس ہے۔

"آئینوں کے درمیاں
کٹی ہے میری زندگی
ہر سمت ہے اپنا وجود
اور ہر طرف چہرہ میرا
اور اپنے ان مانوس چہروں کے ہجوم بے پناہ میں
کِس قدر تنہا ہوں مَیں "(۷)

عذرا عباس کی نظموں میں زندگی کو دیکھنے کا زاویہ منفرد ہے۔ نثری رنگ کی حامل ان کی نظمیں شاعرہ کی سوچ، فکر کی بہترین عکاسی کرتی ہیں۔ ان کی نظموں میں زندگی کی جمالیات اپنے الگ رنگ میں موجود ہیں۔ ان کی نظموں کے مطالعے سے قاری زندگی کو ایک نئے انداز سے دیکھنے، سوچنے اور سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ان کی نظمیں موضوعات اور اسلوب کے حوالے سے ہمہ گیریت کی حامل ہیں ان کے ہاں اُداسی بھی ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ کہیں اُداسی زندگی پر مسلط ہو کر جشن مناتی ہے اور کہیں ساری دنیا ہی اُداس ہے۔ ان کی نظم "ایک خیال کو نظم بنایا جا سکتا ہے" محبّت کے خوب صورت انداز کا دِل کش پیرائے میں بیان ہے:

"یہ ایک خیال ہی تو ہے
کہ ایک شخص کہیں دُور بیٹھا
صرف مجھے یاد کر رہا ہے
اس یقین کے ساتھ کہ مَیں بھی
اسے یاد کر رہی ہوں
اور اس خیال کو نظم بنا رہی ہوں "(۸)

اردو نظم کی دنیا میں رومان پرور اور پُر وقار لہجے کی حامل شاعرہ فاخرہ بتول اپنے مخصوص اندازِ بیان کی بدولت الگ پہچان رکھتی ہیں۔ فاخرہ نے تلخ زندگی کے حقائق، خارجی مسائل، رومانی معاملات، کرب و بلا کے دُکھ، امید و رجائیت، عشق و محبت، عورت کی حساسیت اور مزاج کو پُر تاثیر انداز میں بیان کیا ہے۔ جذبے اگر سچے ہوں تو زندگی معطر ہو جاتی ہے، شخصیت نکھر جاتی ہے۔ اور اگر جذبے باطل ہوں تو محبّت ماضی بن جاتی ہے

اور جدائی انسان کا مقدر بن جاتی ہے۔ فاخرہ بتول خوابوں کے مدفن پر ان جواں سال تمناؤں پر نوحہ کناں دِکھائی دیتی ہے۔ فاخرہ ان جذبوں کی شاعرہ ہیں جو اندر ہی اندر دفن ہو کر انسان کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں:

”تم سے وابستہ تمام تلخ و شیریں یادوں کو
دل کی دھڑکتی لمس
اک قبر کھود کر دفنا دیا
لیکن.....
خود کو اسی قبر کے سرہانے مجاور بن کر،
مجاور بن کر زندہ رہنے کی سزا سُنا دی"(۹)

اردو کی شعری روایت کی ایک توانا آواز حمیرا رحمٰن ہے۔ دیارِ غیر میں بسنے والی اس شاعرہ کی نظموں میں وطن کی یادیں، یادِ ماضی، ماضی کی بازیافت، تازگی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں شعور اور لاشعور کی یک جہتی بھی ملتی ہے۔ علاوہ ازیں کلام میں فکر و احساس کی ندرت بھی موجود ہے۔ انھوں نے اپنے احساسات و خیالات کو آزادانہ اور بے باکانہ انداز میں بیان کیا ہے فرمان فتح پوری، حمیرا رحمٰن کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

"اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے اپنے نفس اور روح میں جذب کر کے لکھا ہے۔ شعوری طور پر نہیں، لاشعوری طور پر کہا ہے۔ کسی خاص اہتمام اور تکلیف کے ساتھ نہیں بل کہ بے باکانہ اور بے تکلفانہ کہا ہے"۔(۱۰)

حمیرا رحمٰن کی نظموں میں فکر اور فن کا ایسا خوب صورت امتزاج ملتا ہے جو زندگی کے شوخ اور پھیکے ہر طرح کے رنگوں کو شاعری کے کینوس پر پھیلا دیتا ہے۔ ان کی اس نوع کی نظموں میں "اندیشہ"، "کرن"، "سناٹا"، "ایک اُلجھن"، "دیمک" ہیں۔ شاعرہ نے اپنے دل کی آواز کو پُر تاثیر انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ جذباتی طور پر سچے اور کھرے احساس کو نظموں کی صورت میں پیش کرتی ہیں۔ اُن کی نظموں میں عورت کی بے چارگی کا احساس۔ زندگی کی تلخیوں اور محبّت اور حُسن کے رنگ آفاقیت کے حامل ہیں۔

یاسمین حمید کی نظموں پر مشتمل مجموعوں میں "حصار بے در و دیوار" اور "آدھا دن آدھی رات" شامل ہیں۔ ان کے اسلوب میں روایت اور جدت کا امتزاج دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے زندگی کے متنوع تجربات کو اپنی نظموں میں جگہ دی۔

فاطمہ حسن کے مجموعے "بہتے ہوئے پھول" میں ایک منفرد نظم گو شاعرہ دِکھائی دیتی ہیں۔ انھوں نے زندگی کے مختلف تجربات و مشاہدات پیش کیے علاوہ ازیں ان کی نظموں میں اظہار کی تازگی اپنا احساس دِلاتی

ہے۔ منصورہ احمد کے شعری مجموعے "طلوع" میں اعلیٰ درجے کی متعدد نظمیں موجود ہیں۔ احمد ندیم قاسمی مرحوم کی شفقت و محبّت نے ان کی شعری صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے نسائی طرزِ احساس کے ساتھ ساتھ متنوع معاشرتی مسائل و معاملات کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ نسرین انجم بھٹی نثری نظم کی شاعرہ ہے انھوں نے اپنی نظموں میں چار رومانی انداز کے ساتھ ساتھ پنجاب کی تہذیب و ثقافت کو بھی بیان کیا ہے۔ حمیدہ شاہین کے شعری مجموعوں "دستک" اور "دشتِ وجود" کی نظموں میں بار بار یہ احساس ہوتا ہے کہ عورت ایک مختلف ذہنی ساخت کے انسان کے طور پر بھی ایک الگ پہچان رکھتی ہے جسے عموماً نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ یہ مختلف وژن کی ایک پختہ فن و اسلوب کی حامل شاعرہ ہیں۔

بام و در کی اُداسی ہو، وصل کا نشہ ہو، لذتِ خواب ہو، عشق کا موسم ہو، محبت کی شگفتگی راکھ ہو یا ہجر کا دُکھ۔ حساس شاعرہ کی نظموں میں ہر جذبے سے لبریز خوب صورت اور سحر آگیں اشعار ملتے ہیں۔ ان کا اندازِ سخن اور فکر و فن میں ایمائیت و رمزیت انھیں بلند مقام عطا کرتی ہیں۔

اپنے دور کی منفرد آواز ہیں ان کی فکری جہتیں، فن کی تازگی اور ندرت عطا کرتی ہے۔ آپ کے کلام میں ایسے اشعار موجود ہیں جو قاری کے دل کو متاثر کرتے ہیں۔ شعری پیکر تراشی اور انوکھی طرزِ ادائیگی شعر کا رنگ ڈھنگ بدل دیتی ہے۔ حساسیت کے ساتھ لفظوں کا چناؤ و خیال کو عالمگیریت عطا کرتا ہے۔ شعری آفاقیت، شعری جمالیات کو تخلیقی رنگوں سے روشناس کراتی ہے خیال چاہے قدیم ہو یا جدید۔ ایک صاحبِ طرز شاعرہ اسے اپنے اسلوب اور معنی آفرینی کی مدد سے ایک تازہ اور زندہ احساس کے ساتھ منظر پر لاتا ہے قاری کے دل و دماغ پر اَن مِٹ نقوش ثبت کرتا ہے۔

پاکستان کی یہ قلم کار خواتین تخلیق کار زیادہ تر انسانی تعلقات سے گندھی ہوئی اسی زندگی سے اپنی تحریروں کے متن کا انتخاب کرتی ہیں جو ان کے حصے میں آتی ہیں۔ وہ رشتوں، ناتوں، باہمی روابط، معصوم جذبوں، جبر و گھٹن اور ان کے ردِّ عمل میں پیدا ہونے والی باطنی کش مکش، ایک دبے دبے احتجاج، ایک گھٹن کے ساتھ اپنے احساسات، جذبات و تجربات کو گرفت میں لیتی ہیں۔ شاہدہ حسن "نسائی شعورِ زندگی" میں لکھتی ہیں:

> "مگر پھر بھی اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پاکستانی خواتین کے تخلیق کردہ شعر و ادب کو اہم اور لائق مطالعہ قرار دیے بغیر اور ان کے نسائی شعور کو سمجھے بغیر، عصری حسیت کی تفہیم کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں کہی جاسکے گی"۔(۱۱)

ان شاعرات نے مناظرِ قدرت اور انسانی جذبات و احساسات کی ہم آہنگی سے کلام میں ترنم اور موسیقیت پیدا کی ہے۔ یہ حساس شاعرہ ایک عام انسان کے بنیادی جذبات کی عکاسی دل کش انداز میں کرتی ہیں۔

ان کا تخیل بلند ہے۔ ان کی نظموں میں شعریت کی ایسی مثالیں ملتی ہیں جو داخلی معاملات کی بہترین عکاس ہیں۔ یہ سادہ زبان و بیاں اور پُر تاثیر الفاظ کی مدد سے قاری کی جمالیاتی حِس کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتی ہیں۔

جدید اردو نظم میں ایسی شاعرات کی کمی نہیں جو اپنی تخلیق نفسیاتی اُلجھنوں اور احساسات کی ترجمانی عمدہ انداز سے کرتی ہیں۔ متذکرہ بالا اردو نظم گو شاعرات کے علاوہ شاہین مفتی، سحر علی، شاہدہ حسن، شاہدہ لطیف، شہناز مزمل، صبیحہ صبا، ماہِ طلعت زیدی، نجمہ سہیل، نسیم اختر، نیلما سرور، ناہید قاسمی، شمیم اکرام الحق شامل ہیں انھوں نے اپنی تخلیقات میں نسائی باطن کے نازک اور لطیف محسوسات کو اندازِ تکلم عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان شاعرات کی نظموں میں خالصتاً عورت کا تہذیبی روپ بھی دِکھائی دیتا ہے کہیں وہ مرد پر انحصار کرتی، اس کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہے اور مرد کی محبّت کی خاطر، اس کی خوشنودی کے لیے متحرک رہتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا قرینِ قیاس ہو گا۔ جدید اردو شاعرات عورت کی فطرت اور نفسیات کی پیچیدگیوں اور گرہیں کھولنے کے لیے کوشاں ہیں۔

محولہ بالا شاعرات زندگی کے گرم و سرد سے شناسائی کے بعد نسائیت اور جمالیات کی عکس بندی میں مہارت رکھتی ہیں۔ درج بالا تمام شاعرات منفرد اسلوب کی حامل، سنجیدہ، باوقار و لہجے کی حامل ہیں۔ عرصۂ دراز تک عورت کے جذبات و احساسات کا بین ناپسندیدہ سمجھا جاتا رہا مگر جدید دور کی عورت نے اس مروّجہ روایت سے بغاوت کی اور نسائی جذبات و احساسات و مشاہدات کو اشعار کی صورت میں نہیں کیا۔ شاعری کی دنیا میں کہیں زندگی کا کرب نامہ پیش کیا اور کہیں محبّت نامے سچے اور کھرے انداز سے بیان کیا۔ انھوں نے زندگی کی تصویر اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ وقت کے کینوس پر پیش کی۔ اس عالم میں تمام شاعرات اپنی قوتِ متخیلہ کے بل بوتے پر کہیں جذبات، کہیں جمال اور کہیں رومانیت کی خواب آگیں اور مسحور کُن فضا پیش کرتی دِکھائی دیتی ہیں۔ خالدہ حسین اپنے مضمون "نسائی خود شناسی اور فہمیدہ ریاض" میں لکھتی ہیں:

> "اس طرح ان کی شاعری میں ہمیں ایک ایسی عورت نظر آتی ہے جو روایت کے مطابق نہ ہو تو اپنے جسم پر شرمندہ ہے اور نہ ہی اسے گناہ کا مسکن سمجھتی ہے۔ وہ اپنے وجود سے مطمئن بل کہ سرشار ہے اور چاہتی ہے کہ دوسرے بھی اسے اس طرح تسلیم کر کے اس کی توقیر کریں۔ مشرق میں عورت کا جسم احساسِ جرم کے ساتھ پیوند ہے اور مغرب میں وہ ایک اشتہاری جنس ہے۔ عورت کے دماغ اور شعور و آگہی کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ مشرق و مغرب دونوں کے لیے ایک مسئلہ ہے۔ ایک اضافی شے..... اس کی نظم "اقلیما" دیکھیے جس میں عورت کو ایک ذہین باشعور ہستی تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی ہے"۔ (۱۲)

کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض کے متعلق ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"کشور ناہید نے ہنڈیا چولھے سے لے کر "میلی اوڑھنی" تک گھر میں عورت کی زندگی کے متنوع پہلوؤں پر پُر تاثیر اشعار لکھے جب کہ فہمیدہ ریاض نے حمل کی کیفیات سے جنسی ملاپ تک کے بارے میں حقیقت پسندانہ نظمیں لکھیں"(۱۳)

اگرچہ پروین شاکر کا انتقال بیسویں صدی میں ہوا لیکن اس جواں مرگ شاعر پروین شاکر نے نسائی جذبات و احساسات اور مسائل کو بالغ نظری سے اپنی کا موضوع بنایا۔ اس لیے پیشِ نظر مضمون میں ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے کیوں کہ انھوں نے عورت کے نوعمری سے بڑھاپے تک کے روپ کو جیسا محسوس کیا اور کہا کسی اور سے نہ کیا گیا۔ پروین شاکر بھرپور جیتی جاگتی اور جذبوں کی آنچ پر سلگتی عورت تھی۔ ایک ایسی عورت جسے مردوں سے اپنے برابر حقوق کی خواہش نہ تھی۔ نسائیت کے احساس کو اُبھارنے والے صحت مند گھریلو ماحول کے باعث پروین شاکر کی شاعری میں بھرپور نسائی لہجوں کی تمکنت اُبھری اور عورت کے حریم حریمِ ذات کے در واہو گئے۔ ایڈلر عورت کے اسی نسائی پہلو کے متعلق لکھتے ہیں:

"عورتوں کی ایک ایسی قسم بھی ہے جو نسائی کردار اس کے اصل روپ میں قبول کرتی ہے صرف اس کے اسی حصے کو نظر انداز کرتی ہے جو ان کے خیال میں کمتر ہو وہ پوری توجہ بیوی اور ماں کے کردار پر مرکوز کر دیتی ہے اور محبّت میں بھی وفاداری کو پیشِ نظر رکھتی ہے"۔(۱۴)

پروین شاکر نے صنفِ نازک کے لطیف جذبات و احساسات کو بہت ہی نفاست اور خوب صورتی کے ساتھ پیش کیا۔ پروین شاکر کی شاعری کا خمیر دراصل نسوانی جذبات و احساسات میں گوندھا ہوا ہے۔ نسائی جذبات کا اظہار صرف پروین شاکر کے بنیادی رجحان کے طور پر ہی نہیں بل کہ اس کی تخلیقی طاقت کے طور پر اُبھر کر سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں: ”ہمارے ادبی دنیا کی نسائی تاریخ میں پروین شاکر نے محبوبیت کو ایک وقار عطا کیا ہے“۔(۱۵)

قدرت نے پروین شاکر کو جو نسوانی بصیرت عطا کی تھی وہی ان کی شاعری کے منفرد لب و لہجہ کی امین ہے۔ پروین شاکر نے وہی کیا جو وہ ایک خاتون کی حیثیت سے کہنا چاہتی تھیں۔ نسوانی جذبات کا ٹھیٹھ اور شائستہ اظہار صرف پروین شاکر کی شاعری میں ملتا ہے۔ پروین شاکر کی شاعری نسائی تمثالوں دُلھن، چُوڑیاں، سیج، حیا، افشاں، کہکشاں، چُنری، بندیا سے عبارت ہے۔ "خوش بو" سے "صد برگ" تک ان کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ پروین شاکر کی نظموں میں کشف "کنگن بیلے کا"، "کانچ کی سُرخ چُوڑی"، "گوری کرت سنگار"، "شہزادی کا المیہ"، "چیلنج" خالص نسائیت کی مظہر ہیں۔

ان کی نظمیں نسائی جذبوں کی عکاسی کے ساتھ ساتھ ایک حساس اور باشعور شخص کے انسانی خوابوں کی ترجمان بن جاتی ہے۔ پروین شاکر کے مجموعے "خوش بو" سے لے کر آخری مجموعے "کف آئینہ "تک کے اجمالی جائزے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پروین شاکر ایک رومانی شاعرہ ہیں جس میں ہر طرف رومانی اور نسائی جذبوں کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ انھوں نے چاہت سے وصال اور ملاپ سے جدائی تک کے تمام فطری نسوانی جذبات کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ پروین شاکر نے جدید اردو شاعری کو نسائی لہجے میں متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ پروین شاکر نے نسائی جذبات و احساسات کا اظہار اپنی شاعری کی صورت میں کیا لیکن انھوں نے تانیثیت کو کسی خاص مقصد کے لیے نہیں اپنایا۔ اگر چہ وہ ٹین ایج(Teen-age) قاری کی منظورِ نظر ہیں۔ لیکن ان کی شاعری ادب کے سنجیدہ اور تربیت یافتہ قاری کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہی انھوں نے نسائی جذبات واحساسات اور مسائل کو بالغ نظری سے اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔

اُردو نظم گو شاعرات میں سارہ شگفتہ کی شاعری نسائی حیثیت کے حوالے سے دیگر شاعرات سے منفرد ہیں وہ اپنی زندگی میں مختلف مشکلات اور جذباتی دھچکوں کا مقابلہ کرتی رہی لیکن ان کے اعصاب ان مشکلات کے باعث پیدا ہونے والے نفسیاتی دباؤ سے لڑتے لڑتے شل ہوگئے اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان تلخ حقائق اور نفسیاتی دباؤ کی وجہ سے سارا شگفتہ نے خودکشی کا فیصلہ کیا۔ سارہ کی نظموں میں اس کے ذاتی زندگی کے حالات اور ان سے وابستہ نسائی حسیت اور نفسیات کی جانب بکثرت اشارے ملتے ہیں۔ یہ نظمیں جنسی تموّج سے بڑھ کر شدید جذباتیت، دُکھ، نارسائی اور کرب ذات کا اظہار ہیں۔ سارہ کی نظموں میں جذبات، کرب، بے بسی، بے بضاعتی، احساسِ محرومی کا واشگاف اظہار ہے۔ ان کی نظموں میں نثری نظم کی ہیئت بکثرت استعمال ہوئی ہے شاید وہ اپنی نفسیاتی الجھنوں، اعصابی خلل، جنونی وہیجانی کی احساسات کا اظہار واشگاف الفاظ میں کیا ہے وہ نثری نظم کی ہیئت کا متقاضی تھا خالص نسائی نفسیاتی فضا کی تخلیق کے اعتبار سے سارہ شگفتہ کامیاب شاعرہ ہیں۔

عقیل احمد صدیقی اپنے مضمون "اہم پاکستانی شاعرات روایت اور تجربہ" میں لکھتے ہیں:

> "پاکستانی شاعرات کا ایک اہم موضوع "احتجاج" بھی ہے۔ فہمیدہ ریاض کے یہاں سیاسی احتجاج کی لے تیز ہے لیکن دوسری خواتین بالخصوص کشور ناہید اور سارا شگفتہ کی تخلیقات میں یہ لوگ احتجاج مرد مرکز معاشرے کے خلاف تانیثی بغاوت اور تانیثی تشخص کی تلاش سے عبارت ہے"۔(۱٦)

یاسمین حمید کی نظموں پر مشتمل مجموعوں میں "حصار بے در و دیوار" اور "آدھا دن آدھی رات" شامل ہیں۔ ان کے اسلوب میں جدت اور روایت کا امتزاج نظر آتا ہے۔ انھوں نے خود کو محض تانیثی موضوعات تک محدود نہیں رکھا بل کہ زندگی کے دیگر تجربات کو بھی موضوع بنایا۔

ثمینہ راجہ کے شعری مجموعوں میں "ہویدا"، "شہر سبا اور وصال"، "خوبنائے"، "باغِ شب" اور "بازدید" شامل ہیں۔ ان کے اشعار میں پختگی، اسلوب رواں اور فکر میں جدت موجود ہے۔ انھوں نے نسائی مسائل و معاملات کے ساتھ ساتھ زندگی کے دیگر موضوعات کو بھی خوبی سے استعمال کیا۔ ان کی شاعری میں معاشی، معاشرتی اور سیاسی انتشار کے ساتھ تہذیبی شکست و ریخت بھی اہم موضوعات کے طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے تخیل کی پرواز عام ذہنوں سے بلند ہے ان کی نظموں میں ایسے موضوعات ملتے ہیں جنھیں عام قاری کی فکری سطح نہیں چھو سکتی۔ ان کی نظموں میں حساسیت کی جھلک دِکھائی دیتی ہے ان کی نظم "مَیں ایسا پھول ہوں" گہری معنویت کی حامل ہے۔ "مگر اے دل"، لیلائے وصال، بساط جفا، فراغت، ساتھی، خیال آفرینی اور معنویت کے لحاظ سے ایک تازہ کاری اور فنی مہارت کا ثبوت ہے۔ لکھتی ہیں:

"رات اتنی تیرگی تھی اور اس کے دل کے قریب
کوئی جگنو، کوئی تارا اور کوئی چہرہ نہ تھا"(۱۷)

فاطمہ حسن کے مجموعے "بہتے ہوئے پھول" میں ایک منفرد نظم گو شاعرہ اپنا اظہار کرتی ہے۔ انھوں نے نثری شاعری کے ساتھ ساتھ غزلیہ شاعری اور نظموں میں بھی اپنا نسائی رنگ نمایاں کیا۔ انھوں نے نسائی موضوعات کو اختیار کیا لیکن خود کو محض ان نسائی موضوعات تک ہی محدود نہیں رکھا بل کہ زندگی کو دیگر رنگوں میں بھی پیش کیا ہے۔ ان کی شاعری میں اظہار کی تازگی اپنا احساس دِلاتی ہے۔

منصور احمد غزل بھی کہتی ہیں لیکن وہ فطری طور پر نظم گو شاعرہ ہیں۔ ان کے شعری مجموعہ "طلوع" میں اعلیٰ درجے کی متعدد نظمیں شامل ہیں احمد ندیم قاسمی مرحوم کی محبت و شفقت نے ان کے شعری صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے جہاں متنوع سماجی مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا وہیں نسائی طرزِ احساس کو بھی اپنی نظموں میں جگہ دی۔

عصر حاضر کی معروف شاعرہ نوشی گیلانی کا اصل نام نشاط مسعود ہے۔ نوشی گھٹن اور حبس زدہ معاشرے کا حصہ ہے جہاں خواب دیکھنا جرم اور خوابوں کی تعبیر پانا تو ایک امر لاحاصل ہے۔ نوشی کی نظم "کون روک سکتا ہے" دل میں مچلتے محبت کے جذبوں اور روح کے گھاؤ کا ایک دل کش منظر پیش کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی نظمیں "انحراف"، "شامِ تنہائی میں"، "محبت یاد رکھتی ہے" اور خواب، حیرت شاعرہ کی فکری اور فنی بالیدگی کے دل کش بیان پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نوشی گیلانی کی شاعری اور اسلوب کے متعلق رقم طراز ہیں:

"..... نوشی گیلانی کے شعری پیکروں میں معنی کی عجیب و غریب خوشبو ہے۔ پھولوں کی، رنگوں کی، تتلیوں کی، جذبوں کی صداقت کی، احساس کی، لطافت کی اور سوچ کی پاکیزگی و بلندی کی، پھر چوں کہ ان کی شاعری میں ہوا اور

موجِ ہوا کے استعارات کو خاص دخل ہے اس لیے یہ خوشبو اُڑی اُڑی پھرتی ہے اور قاری کے جسم و جاں کے در و بام کو معطر کر جاتی ہے"۔(۱۸)

معاشرہ عورت کی معاشی، سماجی سطح پر استحصال کرتا ہے ماں کی بے بسی، اس پر ڈھائے جانے والے ظلم بیٹی کے دل و دماغ میں مستقبل کے خدشات کے علاوہ ناآسودگیوں کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ نظم "ورثہ" اس کی عمدہ مثال ہے۔ نظم "نارسائی" میں سماجی روایات اور لوگوں کے طرزِ عمل کا بیان ہے جو بہت سی ناکامیوں کا سبب بنتا ہے۔

"عجب رشتہ ہے یہ ترک و طلب کا
کہ جواب تک رویوں کی ٹھٹھرتی
برف کی چادر میں اپنا منہ چھپا کے
اپنے ہونے کی لڑائی لڑ رہا ہے
اور ایسے بے در و دیوار زنداں میں مقید ہے
جہاں معصوم روحیں فکرِ فردا سے ہراساں ہیں"(۱۹)

عذرا عباس بھی نثری نظم کی شاعرہ ہیں ان کی نظم کے اسلوب پر مغربی نظم کے تراجم کا اسلوب اثر انداز ہوا۔ اگر ان کی نظموں میں نرم رو کیفیتیں بھی ملتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ان کی شاعری میں سختی، کرختگی کا احساس ہوتا ہے۔ عذرا عباس کی نظموں "خواب ایسے ہوتے ہیں"، "دل"، "میری نیند نہ چھینو"، "بازی گر" اور "سدا بہار" میں انسان کی مجبوریوں کے حامل ہیں ان کی نظموں میں کہیں اُداسی کی کیفیت ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں کہیں اُداسی زندگی پر مسلط ہو کر جشن مناتی ہے اور کہیں ساری دنیا ہی اُداس ہے۔ عذرا عباس کی نظم "ایک خیال" میں نسائی جذبات کا خوب انداز موجود ہے۔

"یہ ایک خیال ہی تو ہے
کہ ایک شخص کہیں دُور بیٹھا
صرف مجھے یاد کر رہا ہے
اس یقین کے ساتھ کہ مَیں بھی
اسے یاد کر رہی ہوں
اور اس خیال کو نظم بنا رہی ہوں"(۲۰)

نسرین انجم بھٹی نثری نظم کی شاعرہ ہیں۔ ترقی پسند ذہن کی حامل تخلیق کار ہیں۔ انھوں نے پنجاب کی ثقافت اور اپنی زبان سے شاعری میں بہت کام لیا۔ اگرچہ انھوں نے نسائی موضوعات کو بھی شاعری میں برتا لیکن جذباتی و مزاحمتی رنگ اختیار کرنے کی بجائے فکری پیرایہ اپنایا ہے۔

شاہدہ حسن نسائی رجحان کی حامل شاعرہ ہیں۔ ان کی شاعری میں تانیثی تصورات کا نپا تلا انداز ملتا ہے۔ مایوسی اور احتجاج کی لے موجود ہے۔ حال کی تلخیوں سے راہِ فرار کا ایک طریقہ ماضی کی خوش گوار یادوں میں پناہ لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان وقتی طور پر وقت کے تناؤ سے نکل جاتا ہے۔ مثلاً "اک تارا ہے سرہانے میرے" کے اشعار انہی کیفیات کی ترجمانی کرتے ہیں:

"مَیں نے ان سب چڑیوں کے پر کاٹ دیے
جن کو اپنے اندر اُڑتے دیکھا ہے" (۲۱)

پروین فنا سید نے روایتی انداز سے ہٹ کر احساساتی سطح پر عورت کی سوچ کی عکاسی کرتے ہوئے حقیقت پسندانہ قلم سے عورت کی ان نفسیاتی گرہوں کو کُشا کیا جن تک رسائی عموماً بے وقت سمجھی جاتی ہے وہ ان عوامل کو منظرِ عام پر لاتی ہے جو اس کے احساسِ ناموسِ ذات کو کچلنے کا باعث بنتے ہیں۔ ان کی فکر و نظر ذاتی احساسات سے نکل کر آفاقی جذبات کے وسیع دائرے میں مدغم ہو جاتی ہے یہاں ان کا دُکھ ذاتی دُکھ نہیں رہتا بل کہ زمانے کا کرب بن جاتا ہے۔ ان کی نظموں میں "رنگے پاؤں کا فیصلہ "رباعی خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ کہتی ہیں:

چھلنی تھا مرا جسم، تو گھائل تھی وفا
اس حال میں بھی ذوقِ طلب کم نہ ہوا
دیکھا تو اسی ہاتھ میں تھی کُند چُھری
جس کے لیے نیزے پہ دھری انا (۲۲)

عرفانہ عزیز کے مجموعوں "برگ ریز"، "کیف بہار"، "حرفِ شُریں" میں نسائی احساس نمایاں ہے۔ ان کے نزدیک مرد اگر چاہے تو زندگی کو جنّت بنا سکتا ہے کیوں کہ اس کا عمل اور سوچ بہت سی زندگیوں کو متاثر کرنے کا باعث بنتا ہے۔

ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں ان کو اردو شاعری لکھنے میں کمال حاصل ہے۔ انھوں نے بھی عورت کے دُکھوں کو اپنی نظموں میں جگہ دی۔ جذبوں کی شدت اور دُکھ کی لہر نے ان کی شاعری میں ایسا حسن پیدا کر دیا جو دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے۔ ان کی نظم "میری نارسائی" عورت کی مظلومیت اور بے بسی کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔

شاہین مفتی نے ذات سے سماج تک کے سفر کی تمام باریکیوں، نزاکتوں کو مہارت سے بیان کیا ہے۔ نسائی احساسات، مرد کی بے وفائی اور خود غرضی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اضطراب اور کش مکش کے علاوہ سماجی آگہی اور استحصالی قوتوں سے ٹکرا جانے کی خواہشِ ناتمام اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے بسی،

ڈپریشن اور ناآسودگی آج کی عورت کا ایک بڑا المیہ اور شاہین مفتی کا خاصی موضوع ہے۔ ان تمام مایوس کُن حالات کے باوجود ان کی نظموں میں ایسی عورت بھی دِکھائی دیتی ہے جو حالات سے مایوس نہیں بل کہ اپنے ہاتھوں میں جگنو لیے پُرسکون زندگی کے خواہاں ہے۔ اس خواہش کی تکمیل میں وہ ساری زندگی گزار دیتی ہے بالآخر اسے اپنے ہونے اپنے وجود اپنے زندہ رہنے کی سزا ملتی ہے۔

خواب میں اب کچھ بھی نہیں
دل درماندہ سے لپٹی ہوئی تنہائی ہے
ایک صحرائے انا ہے جس میں
چلتے رہنے کی سزا پائی ہے۔(۲۳)

حمیدہ شاہین کے دو شعری مجموعے "دستک" اور "دشتِ وجود" شائع ہوئے۔ یہ ایک مختلف وژن کی شاعرہ ہیں۔ ان کی شاعری ایک پختہ فن و اسلوب کی حامل ہے ان کی نظمیں یہ احساس پیدا کرتی ہیں کہ عورت ایک مختلف ذہنی ساخت کے انسان کے طور پر بھی ایک الگ پہچان رکھتی ہے جسے عموماً نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔

حمیدہ شاہین کو شاعری کی اہم جہت نسائی تشخص اور جمالیات ہے۔ ان کی شعری ریاضت اور دانش وری کسی روحانی واردات کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے عورت کی عظمت، اس کی فکر اس کے جذبوں کو تخلیقی سطح سے یوں ہم آمیز کیا ہے کہ عورت کے معاشرتی رشتوں کی نوعیت، سہاگن کا روپ، سماجی احساسِ کمتری اور جبر و استحصال کا حوالہ ان کی نظموں کے فکری پس منظر میں جا بستا ہے۔

جاں مری اب تو جیون کا شروع ہوا ہے کھیل
آج سے ساری دھاندلیوں کو خاموشی سے جھیل
اپنے من کے اندر رکھ لے آشاؤں کے گیت
صبر، خموشی، ثابت قدمی، آج سے تیرے میت
جو پہناتے ہیں پہنے جا کچھ بھی جائے بیت
زنجیروں کو زیور کہنا اس بستی کی ریت
آج پرائے گھر جانا ہے چھوڑ کے سکھیاں بابل
مت رو پگلی رخساروں پر پھیل رہا ہے کاجل
آج سجائیں گے سب مل کر تیرے سر پر تاج
ساری عمر تجھے رکھنی ہے اسی سنگار کی لاج
ہلنا مت چاہے خوشیوں کی گاڑی جائے چھوٹ

تاج نہ سر سے سر کے چاہے تم خود جاؤ ٹوٹ (۲۴)

حمیدہ شاہین کی نظموں کی فضا نہ صرف عورت کے حسی و جذباتی حوالوں سے لبریز ہے بل کہ اس معاشرے میں عورت کی شناخت و آگہی کا احساس بھی موجود ہے۔ انھوں نے اپنے سماج میں موجود عورت کی بے بسی کا نوحہ بھی بیان نہیں کیا بل کہ عورت کی شناخت، ماخذ، عورت کے مقام کا تعین بھی احسن انداز سے کیا ہے۔ حمیدہ شاہین مرد کے تخت و تاج اس کی حیثیت کو تسلیم کرتی ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کی حیثیت کو بھی مانا جائے یعنی مرد اگر تخت و تاج رکھتا ہے تو عورت کی بھی کوئی مسند ہونی چاہیے۔ عورت کی مسند کو اب تک روپ، بدن، جوانی سے تعبیر کیا گیا۔

اردو نسائی نظم کی ایک توانا آواز پُر وقار لہجے کی حامل شاعرہ فاخرہ بتول اپنے مخصوص انداز کی بدولت منفرد پہچان رکھتی ہیں۔ انھوں نے زندگی کے حقائق، خارجی مسائل، رومانی معاملات، کرب و بلا کے دُکھ، امید و رجائیت، عورت کی حساسیت کو دل کش انداز میں بیان کیا۔ ان کی شاعری میں موجود رومانی احساس اور نسائی جذبات کا ملاپ دل و دماغ کو حظ پہنچاتا ہے۔ نظم "مدہوش رہنے دو" میں آپ نے ایک نوعمر لڑکی کے جذبات کو بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں فاخرہ ان جذبوں کی شاعرہ بھی ہیں جو اندر ہی اندر دفن ہو کر انسان کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں:

"تم سے وابستہ تمام تلخ و شیریں یادوں کو
دل کی دھرتی لمس
اک قبر کھود کر دفنا دیا
لیکن.....
خود کو اسی قبر کے سرہانے مجاور بن کر،
مجاور بن کر زندہ رہنے کی سزا سُنا دی (۲۵)

عنبرین صلاح الدین کی نظموں میں نسائیت کا پہلو نمایاں ہے۔ عنبرین صلاح الدین کے نزدیک مردوں کے اس معاشرے میں عورت کی وہ عزت،، شہرت، قبولیت، مقام اور وقار اسے حاصل نہیں جس کی وہ حق دار ہے۔ عورت ساری زندگی گھر بنانے کے لیے جان مارتی ہے لیکن پھر بھی عورت کا کوئی گھر نہیں ہوتا عورت کی پہچان ہمیشہ مرد کے نام سے ہوتی ہے حال آں کہ وہ بھی ایک مکمل انسان ہے۔ "دست رس" نسائی جذبات و احساسات کے تانے بانے سے بنی ہوئی ایک ایسی علامتی نظم ہے کہ جس میں عورت اپنی زندگی کے دھاگوں کو کھینچتی ہے تاکہ اس کے وجود کی کوئی بہتر صورت بن سکے۔ ہر دھاگہ جو اس کے وجود سے کھنچتا ہے وہ

اس کے ماتھے پر اک سلوٹ ڈالتا جاتا ہے۔ نسلوں کی بُنت کاری سے بننے والی عورت کا وجود ایک ایک دھاگہ کھینچتے رہنے سے ممکن ہے کچھ نیا بن سکے۔ لیکن اس کی اذیت عورت کو سہنا پڑتی ہے۔

"اُبھرتی ہے مرے ماتھے کی سلوٹ میں
شکن دھاگے کے کھینچنے کی
تو مجھ کو یاد آتا ہے (۲۶)

عنبرین نے ایک عورت ہوتے ہوئے عورت کے نازک جذبات کی بھرپور عکاسی اپنی نظموں میں کی ہے۔ عورت صنفِ نازک کی سوچ، توقعات، اس کے خواب اس کے دل کی نازک وشفاف دنیا کی ترجمانی کی ہے۔ ان کے نزدیک آج اکیسویں صدی میں بھی عورت بے حد کمزور ہے اس کی اپنی کوئی سوچ نہیں نہ ہی وہ اپنے فیصلوں میں آزاد ہے۔ عورت آج بھی دوسروں کے فیصلوں کی بھینٹ چڑھادی جاتی ہے یہ سوچے سمجھے بغیر کہ آخر وہ بھی ایک انسان ہے۔ شاعرہ پُر امید ہیں کہ ایک دن عورت کو اس کی قسمت کے چمکتے ستارے ضرور ملیں گے۔ ایک دن عورت بھی خوف کی زنجیروں کو توڑ کر اپنے حق کے لیے لڑے گی۔

جدید اردو نظم میں ایسی شاعرات کی کمی نہیں جو اپنی تخلیق میں نسائی لب ولہجہ، نفسیاتی مسائل، نفسیاتی اُلجھنوں اور احساسات کی عکاس ہیں۔ متذکرہ اردو نظم گو شاعرات کے علاوہ یاسمین حمید، ثمینہ راجہ، شاہین مفتی، فاطمہ حسن، منصورہ احمد، نوشی گیلانی، عذرا عباس، سحر علی، شاہدہ حسن، شاہدہ لطیف، شہناز مزمل، صبیحہ صبا، فاخرہ بتول، ماہ طلعت زیدی، نجمہ سہیل، نسیم اختر، نیلما سرور، یاسمین حمید، ناہید قاسمی، شمیم اکرام الحق، عرفانہ عزیز اور دیگر بہت سی شاعرات اپنی اپنی تخلیقات میں نسائی باطن کے نازک اور لطیف محسوسات کو اندازِ تکلم عطا کرنے والی بہادر خواتین ہیں۔ ڈاکٹر محمد ہارون قادر لکھتے ہیں:

"مغربی اور مشرقی ادب میں تانیثیت پرستوں کے رجحانات کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ یہ کم وبیش ملتے جلتے ہیں۔ فرق محض اتنا ہی ہے کہ مغرب میں عورت کے نفسیاتی مسائل اور مرد و زن کے ریلیشن شپ (Relationship) پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور مشرق کے رویے زیادہ تر عورت کی سماجی آزادی کے گرد گھومتے ہیں"۔ (۲۷)

اردو شاعرات اپنے اندر کے خوف، محبت اور وفا کی خواہش، انا کی تعمیر اور شگفتگی سے لے کر معاشرتی رویوں میں عورت کے ساتھ روا رکھا جانے والا منفی تفاوت اور منافقانہ رویے کے ساتھ معاشرے میں انسان کی بے حسی دوچہرگی اور خالی پن کو اُجاگر کرتی ہے۔ یہی شوخ اور مدھم رنگ ان کی نظموں میں مخصوص نسائی احساسات کے ترجمان ہیں۔ شاہدہ حسن اپنے مضمون "نسائی حسیت کا اظہار اور شعری پیرائے" میں لکھتی ہیں:

”روایتی اور جدید اسالیب اور پُرانی اور نئی لفظیات کے تمام تر فرق کے ساتھ ان شعری پیرایوں میں زندگی کے تجربوں کی سچائی بھی ہے اور ایک ایسا وژن بھی جو اپنے جمالیاتی اظہار کے ساتھ نسائی حسیات کی انفرادیت پر دلالت کرتا ہے“۔(۲۸)

جدید مشرقی شاعرات کی انفرادیت یہ ہے کہ ان کی نظموں میں بہ یک وقت تانیثیت اور نسائی حسیت جلوہ گر ہے جس سے وہ مشرق اور مغرب کی عورت تک محدود رہنے کی بجائے عورت کی آفاقی نفسیات کی علمبردار ہو جاتی ہیں۔ ان شاعرات کی نظموں میں خالصتاً عورت کا تہذیبی روپ بھی رد کیا ہوا نظر نہیں آتا بل کہ کہیں کہیں وہ مرد پر انحصار کرتا بناؤ سنگار کرنا اور مرد کی محبت کی خاطر اس کی خوشنودی کے لیے متحرک بھی رہتی ہیں اس لیے یہ کہنا زیادہ قرینِ قیاس ہوگا کہ جدید اردو شاعرات عورت کی فطرت اور نفسیات کی کئی پیچیدگیاں اور گرہیں کھولنے کے لیے کوشاں ہیں۔

محولہ بالا شاعرات نے جدید اردو نظم کو نسائی لہجہ عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے بلاشبہ یہ تمام شاعرات اپنے مخصوص لہجے، طرزِ احساس، نسوانی بصیرت کی بدولت اہم مقام کی حامل ہیں اور انھوں نے ادب کو ناقابلِ فراموش تخلیقات عطا کی ہیں۔

اکیسویں صدی کی محولہ بالا شاعرات کی نظموں میں ایسی عورت ملتی ہے جو اپنے عورت ہونے پر نادم نہیں ہے بل کہ اپنے وجود سے مطمئن و سرشار ہے۔ درج بالا شاعرات کی نظموں میں عورت کے شعوری ارتقا کا ایک ایسا سفر ہے جو اس امید کے ساتھ مسلسل جدوجہد کر رہی ہے کہ ایک دن یہ دنیا ضرور عورت کو اس کے پورے وجود کے ساتھ تسلیم کرے گی۔

اب اکیسویں صدی کی عورت، مردوں کے بنائے ہوئے معاشرے میں اپنی پہچان اور تشخص کے حصول کے لیے متحرک ہے۔ اس نے مردانہ وار زندگی گزارنے کے لیے عملی زندگی میں قدم رکھا اب وہ حرف شناس ہے اور مرد کی ہوسناکی کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے تیار ہے۔ اس کی لغت میں عشق کی نفسیات بھی بدل گئی ہے۔ وہ منفی احساسِ کمتری سے نکل کر اپنے خوابوں اور احساسات کو نثر و شاعری کی صورت میں زبان دینے لگی۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ نورالحسن نقوی، فلسفۂ جمال اور اردو شاعری (علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، س ن) ص ۱۸۵۔

۲۔ سلیم اختر، پاکستانی شاعرات (لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء) ص ۱۳۸-۱۳۹

۳۔ فہمیدہ ریاض، پتھر کی زبان (کراچی مکتبۂ دانیال، 1981)، ص ۷۰

۴۔ ضیاءالحسن، ڈاکٹر، جدید اردو نظم آغاز وارتقا (لاہور، سانجھ پبلشرز، ۲۰۱۳)، ص ۱۰۳

۵۔ ایضاً، ص ۳۳

۶۔ نجمہ رحمانی، آزادی کے بعد اردو شاعرات (دہلی، بھارت آفسیٹ پریس گلی قاسم جان سٹریٹ، ۱۹۹۴)، ص ۶۱

۷۔ ثمینہ راجہ،، ہویدا، (اسلام آباد، مستقبل پبلی کیشنز، 1995)، ص ۴۰

۸۔ عذرا جہاں، حیرت کے اس پار، (کراچی۔ شہرزاد، ۲۰۰۶)، ص ۳۷

۹۔ فاخرہ بتول، بھلا دیانا، (راولپنڈی، حرف اکیڈمی، ۲۰۰۳)، ص ۷۰

۱۰۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، صرف شاعرات (لاہور، الوقار پبلی کیشنز ۲۰۰۹)، ص ۶۵

۱۱۔ شاہدہ حسن، نسائی شعورِ زندگی، مشمولہ خاموشی کی آواز، مرتبہ ڈاکٹر فاطمہ حسن، (کراچی، انجمن ترقیِ اردو پاکستان، جون ۲۰۱۸)

۱۲۔ خالدہ حسین، نسائی خود شناسی اور فہمیدہ ریاض، مشمولہ فیمنزیم اور ہم، ڈاکٹر فاطمہ حسن، (کراچی، وعدہ کتاب گھر، ۲۰۱۳)، ص ۱۸۸

۱۳۔ سلیم اختر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰)، ص ۲۰۵

۱۴۔ الفریڈ ایڈلر، مترجم شہزاد احمد، (لاہور، سنگِ میل پبلی پبلشرز، ۱۹۹۹)، ص ۲۰۸

۱۵۔ پروین شاکر، انٹرویو مطبوعہ نوائے وقت، ۸۰ جون ۱۹۸۳

۱۶۔ عقیل احمد صدیقی، اہم پاکستانی شاعرات روایت اور تجربہ، مشمولہ اردو ادب اور تانیثیت، مرتبہ ڈاکٹر قاضی عابد، (اسلام آباد، پورب اکادمی، اگست ۲۰۱۶) ص ۱۶

۱۷۔ ثمینہ راجہ، ہویدا، (اسلام آباد مستقبل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵)، ص ۴۰

۱۸۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، صرف شاعرات (لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۹)، ص ۱۶۰

۱۹۔ نوشی گیلانی، اداس ہونے کے دن ہیں (لاہور، گیلانی پبلی کیشنز، ۱۹۹۸)، ص ۱۳۲

۲۰۔ عذرا جہاں، حیرت کے اس پار (کراچی، شہرزاد، کراچی، ۲۰۰۶)، ص ۱۲

۲۱۔ شاہدہ حسن، آئینوں کے چہرے (کراچی، دنیائے ادب، ۱۹۹۶)، ص ۶۷

۲۲۔ پروین فناسید، تمنا کا دوسرا قدم (راول پنڈی، ایس ٹی پرنٹرز، ۱۹۸۵)، ص ۸۱

۲۳۔ شاہین مفتی، مسافت (لاہور، اساطیر پبلشرز، ۱۹۹۸)، ص ۹۴، ۹۳

۲۴۔ حمیدہ شاہین، دستک (لاہور، روش پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)ص ۶۱

۲۵۔ فاخرہ بتول، بھلا دیانا (راولپنڈی، حرف اکیڈمی، ۲۰۰۳ء)ص ۷۰

۲۶۔ عنبرین صلاح الدین، صدیوں جیسے پل (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)ص ۳۶،۳۷

۲۷۔ ہارون قادر ڈاکٹر، اردو ادب میں فیمنزم، تحقیقی مقالہ، تحقیق نامہ (لاہور، جی سی یونی ورسٹی، شمارہ ۱۱، ۲۰۱۲ء)
ص ۳۷،۳۸

۲۸۔ شاہدہ حسن، نسائی حسیت کا اظہار، مشمولہ "فیمنزم اور ہم، ص ۱۷۲